مستورات سے خطاب

(خطاب برموقع جلسہ سالانہ ۱۹۳۶ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مستورات سے خطاب

(تقریر فرمودہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۳۶ء برموقع جلسہ سالانہ)

تشہّد ،تعوّ ذ ،سورۃ فاتحہ اورسورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

ہر ایک کام جو ہم کرتے ہیں اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکلتا ہے اور جو کام بے نتیجہ ہو اُس کو کوئی عقلمند انسان پسند نہیں کرتا۔ مثلاً زمیندار کو ہی دیکھو وہ ایک نتیجہ کی امید پر کس قدر محنت کرتا ہے، پہلے زمین پر ہل چلاتا ہے، پھر اُس پر سہاگہ پھیرتا ہے، پھر اُس میں بیج بکھیرتا ہے، پانی دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا ایسا کرنا ضائع نہیں جائے گا بلکہ میری یہ محنت کئی گُنا زیادہ پھل لائے گی کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ میرے باپ دادا نے ہمیشہ اِسی طرح ہل چلایا، بیج بویا، تب غلّہ ملا، لیکن اگر زمیندار دیکھتا کہ میرے ہل چلانے، سہاگہ پھیرنے اور بیج بکھیرنے، کھاد ڈالنے اور پانی دینے کا نتیجہ کچھ نہیں ہؤا یا پانچ دس دفعہ تو ہو گیا اور پھر کھیتی نہیں ہوئی تو وہ اتنی محنت نہ کرتا لیکن وہ دیکھتا ہے کہ نتیجہ ہمیشہ ہی نکل آتا ہے کبھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ کھیتی خراب ہو جائے۔ کھیتی خراب ہونے پر وہ اِس کے ماہرین کے پاس جا کر پوچھتا ہے کہ کیا وجہ ہے ہماری کھیتی خراب ہو گئی؟ پھر جو اُس کو مشورہ ملتا ہے زمیندار جا کر اس پر عمل کرتا ہے اور اُس کو پورا یقین ہوتا ہے اپنے کام کے نتیجہ نکلنے کا۔ اِسی وجہ سے وہ سردی کے موسم میں صبح سویرے جا کر پانی دیتا ہے اور گرمی کے دنوں میں دوپہر کے وقت خوشی سے اپنے کھیتوں میں کام کرتا رہتا ہے اور کبھی محنت سے نہیں اُکتاتا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اِسی لئے کہ اُسے پورا یقین ہے کہ میری محنت ضائع نہیں جائے گی بلکہ یقیناً اس کا نتیجہ نکلے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر ایک زمیندار تھوڑا ا بیج بکھیر کر جو چند روپوں کا ہوتا ہے ایک سال کے غلّہ کیلئے اِس قدر محنت کرتا اور یقین رکھتا ہے کہ محنت ضائع نہ جائے گی تو کیا جو کام ہماری جماعت کے لاکھوں آدمی کر رہے ہیں اور اپنے پیٹ کاٹ

کر چندے دیتے ہیں، اپنے عزیزوں سے رشتے توڑ کر جماعت سے رشتہ جوڑتے ہیں، تو اگر لاکھوں روپیہ خرچ کرنے اور اِس قدر تکلیفیں اُٹھانے کا نتیجہ نہ نکلے تو ہم سے بڑھ کر بدنصیب کون ہوگا؟ جب زمیندار چند روپوں کا بیج ڈال کر نتیجہ لے لیتا ہے تو ہم جو ہزار ہا روپیہ خرچ کرتے ہیں پھر اِس کا کوئی نتیجہ نہ پائیں تو اِس کی دو ہی وجہ ہوسکتی ہیں یا تو راستہ غلط ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے یا ہم صحیح ذرائع استعمال نہیں کرتے۔ زمیندار کی کھیتی خراب ہو جائے تو وہ زمین کے ماہرین سے جا کر پوچھتا ہے اور جو وہ نقص بتاتے ہیں اُس کی اصلاح کر لی جاتی ہے اِسی طرح جو راستہ ہم نے اختیار کیا ہے اس کی صحت کا علم ہوسکتا ہے کہ آیا وہ غلط ہے یا صحیح۔ مثلاً ہمارے سلسلہ کی پہلی بنیادی باتیں جن میں ہم دوسروں سے اختلاف رکھتے ہیں وہ یہ ہیں۔

پہلی بات اختلاف کی

وہ کہتے ہیں کہ ایک مامور آنے والا ہے ہماری اصلاح کیلئے۔ اور ہم لوگ کہتے ہیں وہ مہدی علیہ السلام آ چکے جو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ تھے۔ اور جس عیسیٰؑ کے متعلق وہ کہتے ہیں آئیں گے ہم کہتے ہیں وہ آ چکے ہیں۔

دوسری بات

ہم کہتے ہیں کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور انسان قرآن مجید کی فرمانبرداری میں نبی کا درجہ بھی پا سکتا ہے۔ جن لوگوں سے ہمیں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یہ دو موٹے اور اہم اختلاف ہیں۔

اس کے علاوہ ہم میں اور ان میں بہت سے اختلاف ہیں۔ مثلاً ایک احمدی کہتا ہے آنے والا باہر سے نہیں آئے گا بلکہ ہم میں سے ہی ہوگا غیر احمدی کہتے ہیں کہ آسمان سے آئے گا۔ احمدی کہتے ہیں قرآن پر چل کر انسان وہ انعامات حاصل کرسکتا ہے جن کا قرآن میں ذکر ہے غیر احمدی کہتے ہیں قرآن مجید کچھ بتائے لیکن جو ہمارے عقیدے ہیں وہی درست ہیں۔ ان کے دل میں قرآن کی اتنی عظمت نہیں جتنی ان کے اپنے خیال کی، لیکن بہت کم عورتیں اِن مسئلوں پر غور کرتی ہیں۔ صرف چند عورتیں ہیں جو ان مسئلوں کو جانتی ہیں یا ان کو اچھی طرح سمجھتی ہیں اسی وجہ سے وہ دوسری عورتوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں۔ اگر ہماری عورتیں اِن مسئلوں کو سمجھ لیں تو پھر کوئی عورت ان کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتی۔

پس راستہ اختیار کرنے میں ہماری کوئی غلطی نہیں اگر نتیجہ نہیں نکلتا تو عمل کی غلطی ہے۔ مثلاً اگر قرآن شریف کوئی اپنے سامنے اُلٹا رکھ لے اور اُلٹا ہونے کی وجہ سے نہ پڑھا جائے تو کیا

قرآن غلط ہے یا پڑھنے والے کی اپنی عقل؟ پس اِسی طرح پر احمدی عورت جان لے کہ عیسیٰؑ کے متعلق قرآن شریف میں اور حدیث میں صفائی سے یہ موجود ہے کہ عیسیٰؑ جو پہلے تھے وہ دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ آنے والا اِسی اُمت میں سے ہوگا۔ پس پہلی چیز جس کو دیکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ خدا کا کلام اور اس کے رسولؐ کا کلام کیا بتاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو وہی لوگ جان سکتے تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں گزاریں یعنی صحابہؓ رسول کریمؐ۔ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ میں ایک شور پڑ گیا کیونکہ رسول کریم ﷺ کی وفات اچانک ہوئی۔ ان صحابہ کو خبر نہ تھی کہ آپؐ کی وفات اِس قدر جلدی ہو جائے گی۔ وفات کے قریب حضور انور علیہ السلام پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○[1] یعنی اے لوگو! جب تم دیکھو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگ گئے تو خدا تعالیٰ کی تسبیح کرو ساتھ حمد اپنے رب کی۔ اور غفران وحفاظت مانگو یقیناً وہ ہے رجوع برحمت ہونے والا۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ تو خدا کے قُرب میں حاضر ہونے والا ہے اور کامیابی کا زمانہ آ گیا اِس پر صحابہؓ بہت خوش ہوئے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور اِس قدر روئے کہ گھگی بندھ گئی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ سنبھل کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے یَا رَسُوْلَ اللہ! ہم اپنی جانیں، اپنے ماں باپ، اپنے بیوی بچوں کی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ لوگ حیران تھے اور کہتے تھے کہ بُڈّھے کی عقل کو کیا ہوگیا ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا اِس کو ابوبکرؓ نے خوب سمجھا۔ رسول کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ سے بہت محبت کرتے تھے چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ابوبکرؓ ہے اگر خدا کے سوا کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو ابوبکر کو بناتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا سب کھڑکیاں بند ہو جائیں گی صرف ابوبکر کی کھڑکی کُھلی رہے گی[2]۔ ایسا فرمانا بطور پیشگوئی کے تھا کہ ابوبکرؓ خلیفہ ہو کر نماز پڑھانے کیلئے کھڑکی سے مسجد میں داخل ہوا کریں گے۔ پس رسول کریم ﷺ کو جو محبت حضرت ابوبکرؓ سے تھی اور جو ابوبکرؓ کو رسول کریمؐ سے تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا درجہ کس قدر بلند تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا آپ اِس بشارتِ نصرت پر کیوں روئے؟ آپ نے کہا خدا کے نبی دین پھیلانے کیلئے آتے ہیں جب دین کی ترقی ہوگئی تو آپ بِالضرور اپنے مولیٰ کے حضور واپس چلے جائیں گے۔ اِسی

لئے حضرت ابوبکر نے قرآن کی یہ آیت سنکر کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللہ! ہماری جانیں، ہمارے ماں باپ کی جانیں، ہمارے بیوی بچوں کی جانیں آپؐ کی جان پر قربان ہوں۔ اَب اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صحابہ میں سب سے بہتر قرآن کریم کو سمجھنے والے تھے۔ رسول کریم ﷺ کی جب وفات ہوئی تو اُس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ باہر تھے۔ حضرت عمرؓ کو جب علم ہوا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو چکے ہیں تو آپ میان سے تلوار نکال کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اگر کوئی کہے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں تلوار سے سر اُڑا دوں گا رسول کریمؐ فوت نہیں ہوئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کی اِس بات کا اثر تمام مسلمانوں پر ہوا۔ ایک صحابی مسلمانوں کی حالت دیکھ کر بہت گھبرائے۔ وہ بہت سمجھدار تھے انہوں نے کہا دوڑ کر جاؤ اور حضرت ابوبکر کو خبر کر دو کہ مسلمان بگڑ رہے ہیں جلدی آئیں۔ پس ابوبکرؓ جو اتفاق سے باہر گئے ہوئے تھے فوراً پہنچے اور آپؐ کے پاس گئے اور کپڑا چہرے پر سے ہٹایا، زیارت کی اور کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں خدا تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔ ایک آپکی موت اور دوسری قوم گمراہ ہو۔ ہر چند ابوبکرؓ کمزور اور نرم مزاج آدمی تھے حضرت عمرؓ جو تلوار لئے کھڑے تھے اُن کے پاس آئے اور کہا اے عمرؓ! بیٹھ جاؤ لیکن حضرت عمرؓ جوش میں آکر پھر کھڑے ہو جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ اُن کے اِس جوش کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور یہ آیت پڑھی۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ [۳] اے لوگو! محمد تو فوت ہو چکے ہیں۔ جو کوئی محمدؐ کو پوجتا ہے وہ سُن لے کہ خدا کبھی نہیں مرتا۔ محمدؐ خدا کے ایک رسول تھے اگر محمدؐ فوت ہو جائیں تو کیا تم پھر جاؤ گے؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت سنی، میری یہ حالت تھی کہ میری ٹانگیں مجھ کو کھڑا نہیں کر سکتی تھیں اور مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن کریم میں یہ آیت آج ہی نازل ہو رہی ہے [۴]۔ دیکھو یہ ایک واقعہ ہے جو رسول کریم ﷺ کی زندگی کے معاً بعد ظاہر ہو گیا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ اگر حضرت عمرؓ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں تو وہ اپنی بات کی تائید میں یہ بات ضرور پیش کرتے۔ کیا حضرت عمرؓ بھول گئے تھے؟ فرض کیا حضرت عمرؓ بھول گئے تو کوئی صحابی تو کہتے کہ عیسیٰؑ نبی تو زندہ ہیں۔ اَب بتاؤ صحابہؓ سے بہتر کون دین جانتا تھا۔ پنجابی کی ایک مثال ہے کہ ''گھروں مَیں آواں سُنیہے تُوں دیویں۔'' سب سے بہتر جاننے والے صحابہؓ،

برکات حاصل کرنے والے صحابہؓ، وہ اس بات کو نہ سمجھے اور پیچھے آنے والے جان گئے۔ تعجب ہے کہ حضرت عمرؓ کو موسیٰ علیہ السلام کی طُور پر جانے والی مثال تو سُوجھ گئی مگر عیسیٰؑ کا ذکر یاد نہ رہا۔ دوسری عجیب بات یہ ہے کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کی آیت اُسی صورت میں بطور دلیل ہوسکتی ہے جبکہ پہلے سب رسول فوت ہوگئے ہوں تو یہ آیت جب بطور دلیل ہوئی اور کوئی نہیں کہتا کہ حضرت عیسیٰؑ تو فوت نہیں ہوئے یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ صحابہؓ میں سے کسی کے دماغ میں یہ بات نہ تھی۔ اگر کسی صحابیؓ کے دماغ میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا خیال ہوتا تو وہ مرجاتا یہ سنکر کہ عیسیٰؑ زندہ ہوں اور رسول کریم ﷺ فوت ہو جائیں۔ ایک شاعر نے صحابہؓ کے دلی خیالات کو اِن اشعار میں نہایت خوبصورتی سے قلمبند کیا ہے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ [۵]

تو ہماری آنکھوں کی پُتلی تھا۔ اَب جہان تیرے جانے سے ہماری نظروں میں تاریک ہے۔
تیرے بعد جو چاہے مرے ہمیں تو صرف تیرا ہی خطرہ تھا۔ جب تُو نہیں تو جہان میں کچھ بھی نہیں۔

یہ ایک ایسا اہم واقعہ ہے کہ اِس کے بعد کوئی خیال ہی نہیں کرسکتا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں کوئی عیسائی کرے تو کرسکتا ہے۔ اِس کے بعد پھر ایک اختلاف پیدا ہوا عبداللہ بن سبا سے۔ اُس نے یہ عقیدہ پھیلانا شروع کیا کہ وہ خدا جس نے قرآن کریم نازل کیا تم کو پھر اِس مقام پر لائے گا تو صحابہؓ نے اُس کو مرتد خیال کیا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسولِ کریمؐ بھی زندہ ہیں۔ جو آیت ابوبکرؓ نے پڑھی اِس کے تو یہی معانی ہو سکتے ہیں کہ یا تو عیسیٰؑ کو رسول نہ مانا جائے اور یا پھر رسول کریم ﷺ پہلے اور عیسیٰ علیہ السلام بعد میں۔ مگر یہ سب پر واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے آئے اور وہ رسول بھی تھے۔ پس اس آیت کے موجب وہ فوت بھی ہوگئے۔ کیونکہ مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ – اس آیت سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس صحابہ کی گواہی اور قرآن مجید کے بعد اور کونسا گواہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ایک موٹی دلیل پیش کی ہے۔ یاد رکھیں تین آیتیں قرآن مجید کی ہیں جو عورتیں یاد کرلیں پھر کوئی اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک تو وہ آیت جو ابوبکرؓ نے پڑھی مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ – اور دوسری آیت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کے آخری رکوع میں فرمایا ہے

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ق اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ط تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ o مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّامَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌo[٦]

یعنی جب خدا پوچھے گا کہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! کیا تُو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا مانو؟ عیسیٰؑ جنابِ الٰہی میں عرض کریں گے۔ اے خدا! میری کیا مجال تھی کہ میں وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا تو حضور کو علم ہے۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور مجھے تیرے علم کا احاطہ نہیں تُو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے وہی کہا جس کا تُو نے مجھے حکم دیا۔ یہی کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں اُن پر نگران رہا جب تک اُن میں زندہ موجود رہا۔ وہ توحید پر قائم رہے۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو تُو ہی اُن کا نگرانِ حال تھا۔

اللہ تعالیٰ یہ سوال قیامت کو کرے گا تو اس آیت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ قوم کے لوگ گمراہ نہیں ہوئے ہیں اور اُن کی گمراہی اِن کی وفات کے بعد ہوئی۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں تو پھر اُن کی اُمّت گمراہ نہیں ہوئی لیکن امت گمراہ ہوچکی ہے۔ کیونکہ وہ توحید پر قائم نہیں۔ پس امت کی گمراہی بتاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ قرآن کا یہی فیصلہ ہے، صحابہؓ کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ پس اِس بارے میں ہم نے جو راستہ اختیار کیا ہے ٹھیک ہے اور ہم نے اس راستہ کے اختیار کرنے میں کوئی غلطی نہیں کھائی اور خدا ہم سے ناراض نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی برکات سے کوئی غیر اُمّتی آدمی خاص برکات حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ ایک موٹی مثال ہے جس سے پتہ چل جاتا ہے۔ دیکھو نماز ہر مسلمان بالغ عورت ہو یا مرد سب پر فرض ہے۔ اسلام کا حکم ہے سات سال کے بچے کو نماز سکھاؤ اور دس سال کا بچہ اگر نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔[٧] اور ایک دن میں پانچ وقت نمازیں فرض ہیں۔[٨] اور ہر رکعت میں اَلْحَمْدُ شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ دیکھو دوسری سورتیں ہیں بعض رکعتوں میں چھوڑ دیتے

ہیں مگر اَلْحَمْدُ شریف یعنی سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں فرض ٹھہرائی۔ پس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس سورۃ کے اِس قدر سکھانے کی کیا وجہ ہے؟ سو وہ آیت ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[9] یعنی یا اللہ! ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ راستہ اُن لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا۔ اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہوسکتی۔[10]

اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ سیدھا راستہ کونسا ہے اور قرآن شریف اس کی کیا تشریح کرتا ہے سورۃ النساء میں فرمایا۔ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ٥ وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ٥ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ٥ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ٥ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ٥[11]

مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ اگر ہم لکھ دیتے اُن پر کہ قتل کرو اپنے نفسوں کو۔ یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے، نہ کرتے وہ اِس کو سوائے چند ایک کے اُن میں سے۔ اور اگر وہ کرتے جس کی وہ نصیحت دیئے گئے تھے البتہ ہوتا بہتر اُن کیلئے اور زیادہ پختہ ہوتے ثابت قدمی میں اور تب ہم دیتے اُن کو اپنے ہاں سے اجر بڑا۔ اور البتہ ہدایت کرتے ہم اُن کو راہِ راست کی۔ اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ اور رسولؐ کی۔ پس یہ لوگ ساتھ اُن کے ہیں کہ انعام کیا جن پر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں میں سے اور اچھے ہیں یہ رفیق۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ خود تو سکھاتا ہے کہ مجھ سے طلب کرو۔ اور وہ طلب کرنا کیسا فرض ٹھہرایا کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا تھا تو پھر پانچ وقت یہ دعا کیوں سکھائی کوئی عقلمند انسان بھی ایسا کرنا پسند نہیں کرتا کہ جس کام کو کرنا نہ ہو اُس کو کہے تو وہ خدا ایسا کیوں کرتا؟ ایک قِصّہ ہے کہ ایک آدمی اپنی کھڑکی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لڑکے نے ایک کُتّے کو روٹی دکھا کر بُلایا۔ جب کُتّا پاس آیا تو لڑکے نے اُس کو ڈنڈا مارا۔ وہ آدمی جو بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اُس کو لڑکے کی اِس حرکت پر بہت غصّہ آیا اور اُس نے لڑکے کو پیسہ دکھا کر بُلایا۔ جب لڑکا اُس کے پاس آیا تو اُس نے اُس کو مارا۔ لڑکا رویا اور کہا کہ پیسہ

دینے کو بُلا یا اور پھر مارا۔ اُس نے کہا کہ مَیں نے تمہیں سبق دینے کیلئے ایسا کیا ہے۔ تم جو کُتّے کو روٹی دِکھلا کر بُلاتے تھے اور پھر مارتے تھے۔ تو دیکھو نہ کُتّے میں عقل تھی نہ لڑکے میں۔ تو کیا تم خدا میں اُس آدمی جتنی بھی عقل مانتے ہو؟ جو خدا ہم کو اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ مانگو مَیں دوں گا لیکن دیتا نہیں تو کیا خدا تعالیٰ نے کروڑہا مسلمانوں کو یونہی حکم دیا اور وعدہ کیا کہ مَیں تم کو وہی اگلے مُنۡعَمۡ عَلَیۡھِمۡ کے انعام دوں گا۔ مسلمان رات کو اُٹھ کر سردی کے موسم میں اپنے بستر چھوڑ دیتے ہیں، گرمی کی راتیں چھوٹی ہوتی ہیں لیکن وہ اپنا آرام ترک کر کے اُٹھتے ہیں، پھر ایک آدمی نہیں کروڑہا آدمیوں سے خدا نے مخول کیا کہ مانگو لیکن جب مانگ رہے ہیں تو دیتا نہیں۔ غور کی بات ہے کہ قرآن مجید میں بھی یہ ہدایت نازل کر دی۔ یہ لوگ خدا پر الزام لگاتے ہیں کہ خدا جھوٹے وعدے کرتا ہے۔

ایک مثال ہے کہ مالک دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے۔ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور مولوی کہتے ہیں کہ اُس کے خزانے کے مالک ہم ہیں۔ ہم دینے نہیں دیتے۔ ہمارا خدا تو کہتا ہے کہ تمہارے درجہ کے مطابق سب کچھ دوں گا اور مولوی کہتے ہیں کہ ہم دینے نہیں دیتے۔

دیکھو یہ ایک عجیب بات ہے کہ نبوت کا مسئلہ عورتوں سے منقول ہے اور سورۃ النساء میں اسکا ذکر ہے یعنی عورتوں کی ہی سورۃ میں اس کا ذکر ہے۔ یُوں سمجھ لو کہ جب عورتوں ہی کی سورۃ میں ذکر ہے گویا عورت ہی نے یہ مسئلہ حل کیا ہے۔ جب مردوں میں اِس مسئلہ پر اختلاف ہوا تو اس کو حل کرنے والی ایک عورت ہی تھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ خدا تعالیٰ نے تو عورتوں کی سورۃ (النساء) میں اس کو نازل کیا اور عورت سے ہی حل کرایا لیکن ہماری عورتیں کہتی ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ گویا خدا تو کہتا ہے کہ عورتیں سمجھ سکتی ہیں مگر عورتیں کہتی ہیں کہ نہیں سمجھ سکتیں۔ یہ تو بہت کُھلی دلیل ہے اس کو سمجھ لو۔ ہر روز دعا کی جاتی ہے کہ اے خدا! ہم کو یہ یہ انعام دے۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ النساء میں وعدہ فرمایا کہ جس درجہ کا کوئی ہو ہم اُس کے درجہ کے مطابق اُس کو بنا دیتے ہیں۔ اَب یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

تیسرا مسئلہ

جس میں ہمارا اُن کا اختلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ جنہوں نے آنا تھا وہ آچکے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابھی آئیں گے۔ یہ مسئلہ بھی ایک دو دلیلوں میں سمجھ آ سکتا ہے جو رسول کریم ﷺ نے اپنی سچائی میں پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں رسول کریمؐ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے کہو کہ مَیں نے نبوت

سے پہلے تم میں ایک عمر گزاری ہے اور تم اقرار کرتے ہو کہ مَیں نے بندوں پر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔[۱۲] تو کیا جب مَیں رات کو سویا صبح اُٹھ کر خدا پر جھوٹ بولنے لگ گیا؟ رسول کریم ﷺ کی امانت اور دیانت کا یہ حال تھا کہ حضرت خدیجہؓ جو مکہ میں سب سے زیادہ مال دار عورت تھیں اور آپؐ کنگال اور آپؐ کے کنگال ہونے کا یہ ثبوت تھا۔ عرب کا دستور تھا کہ اپنے بچے باہر دائیوں کے پاس بھیج دیتے تھے تو اس سال جو دائیاں مکہ میں بچے لینے آئیں تو ہر دائی آپؐ کے لیجانے سے انکار کرتی رہی کیونکہ دائیاں جب بچے پال کر لاتیں تو اُن کو خوب انعام و اکرام ملتا۔ اُن کا خیال تھا کہ یہاں سے ہم کو کیا ملے گا۔ چنانچہ مائی حلیمہ بھی ایک دفعہ آپ کو دیکھ کر چھوڑ گئیں لیکن پھر جب شہر میں دوسرا کوئی بچہ نہ ملا تو پھر واپس آ کر وہی بچہ لے گئیں [۱۳]۔ تو آپؐ کی مالی حالت یہ تھی کہ دایہ بھی نہ ملتی تھی، پھر جب والدہ فوت ہو گئیں تو اپنے چچا کے پاس رہے، گویا وہ تمام زمانہ بے کسی کی حالت میں گزارا۔ چچا کے بچے کھانے پینے کے وقت شور و شر کرتے لیکن آپؐ آرام سے ایک طرف بیٹھے رہتے [۱۴] کیونکہ چچا کے لڑکے جانتے تھے کہ یہ تو ہمارے ٹکڑوں پر پل رہا ہے اصل مالک تو ہم ہیں۔ اکثر آپؐ کے چچا کہتے بچہ تُو نہیں ہنستا کھیلتا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ چچی کے دل میں بھی وہ محبت نہ تھی۔ آپؐ کے مقابلہ میں خدیجہؓ بہت مالدار عورت تھی، کئی تو اُن کے غلام تھے، اُن کی تجارت کے قافلے دُور دُور جاتے، اُن کی عادت تھی کہ اپنے غلاموں سے سب حالات دریافت کرتی رہتیں۔ رسول کریمؐ آپ کے پاس نوکر ہو گئے اور ان کو ایک قافلہ کے ساتھ باہر بھیجا گیا۔ جب واپس آئے تو بہت نفع ہوا انہوں نے جب آپؐ کی نسبت دریافت کیا تو غلاموں نے کہا کہ پہلے لوگ بہت سے نفع خود رکھ لیتے تھے لیکن ہم نے ان کو بہت امین پایا ہے۔ وہ آپؐ کی تعریف سُن کر اِس قدر متأثر ہوئیں کہ اپنے چچا کو بُلا کر پیغامِ شادی بھیجا۔ رسول کریم ﷺ نے کہا کہ میرے چچا سے پوچھ لو اگر وہ رضا مند ہوں تو پھر میں نکاح کر لوں گا۔ پھر چچا کی رضا مندی سے اپنا نکاح حضرت خدیجہؓ سے کر لیا [۱۵]۔ آپؐ کی امانت اور دیانت کا یہ حال تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے اس جوہر کو پہچان لیا اور حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام مال و زر آپؐ کے سپرد کر دیا۔ جب حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ یہ میرا تمام مال آپؐ کا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہؓ سچ کہتی ہو۔ پھر جس طرح میرا اختیار ہے میں کروں؟ پس آپؐ نے کہا کہ سب سے پہلے یہ جو غلام ہیں ان کو آزاد کر دو۔ حضرت خدیجہؓ کے دل پر آپؐ کی نیکی کا اِس قدر اثر تھا کہ انہوں نے کہا بے شک آپ کو اختیار ہے۔ اِن

غلاموں میں ایک زیدؓ بھی تھے یہ ایک بہت بڑے رئیس کے لڑکے تھے۔ بچپن میں کوئی اُن کو پکڑ کر بیچ گیا تھا۔ اُن کا باپ تمام جگہ اُن کی تلاش کرتا کرتا بہت سا روپیہ لے کر مکہ پہنچا اور کہا جس قدر آپؐ مال لینا چاہتے ہیں لے لیں اور لڑکا ہمارے ساتھ کر دیں۔ اس کی ماں دس سال سے روتی روتی اندھی ہوگئی ہے اور مَیں دس سال سے اِس کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے خانہ کعبہ میں جا کر کہا۔ لوگو! گواہ رہیو یہ آزاد ہے اور کہا کہ یہ تیرا باپ ہے اس کے ساتھ چلا جا۔ دس سال سے اُس نے اپنا کاروبار چھوڑ کر تیری خاطر اپنی عمر کا ایک حصہ یُوں برباد کیا ہے۔ زیدؓ نے کہا بے شک یہ میرا باپ ہے اور ایک مدّت کے بعد ملا ہے اور اس نے میری خاطر بہت تکلیف اُٹھائی ہے اور کون ہے جس کو اپنے ماں باپ سے محبت نہیں ہوتی، بے شک اس نے دس سال میری محبت کے پیچھے برباد کئے ہیں لیکن مجھ کو تو آپ کے سِوا کوئی ماں باپ نظر نہیں آتا[16]۔ خیال کرو کہ آپ کو کس قدر اُنس تھا۔ باپ روتا ہوا چلا جاتا ہے لیکن وہ آپ کی جُدائی پسند نہیں کرتا۔ پس یہ تھا آپؐ کی دیانت، امانت، صداقت، راستبازی کا حال۔ آپؐ نے اعلانیہ فرمایا کہ اے لوگو! میں نے تم میں عمر گزاری ہے بتلاؤ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو کیا میں خدا پر ہی جھوٹ بولوں گا؟ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ سن کر فوراً ایمان لے آئے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ باہر گئے ہوئے تھے اور واپس آتے ہوئے راستہ میں اپنے ایک دوست کے مکان پر ٹھہرے اور آپؓ اپنی چادر بچھا کر لیٹنے ہی لگے تھے کہ اس گھر کی لونڈی نے آ کر کہا افسوس تمہارا دوست پاگل ہوگیا اور کہتا ہے کہ مجھ پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ وہ لیٹے بھی نہیں فوراً چادر سنبھال کر بیٹھ گئے اور رسول کریم ﷺ کے گھر پہنچے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ حضرت ابوبکرؓ چونکہ آنحضرت ﷺ کے گہرے دوست تھے۔ آپ کو یہ خیال تھا کہ کہیں ان کو ٹھوکر نہ لگ جائے آپ ان کو تسلّی سے بتانا چاہتے تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے آپ ؐ کو قسم دے کر کہا کہ آپؐ صاف بتائیں۔ آپ نے کہا درست ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا پس آپ میرے ایمان کے گواہ رہیں اور کہنے لگے کہ آپ مجھ کو دلیلیں دے کر میرا ثواب کیوں کم کرتے ہیں۔[17] یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ بعینہٖ یہی دلیل خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی۔ آپؐ کے دعویٰ سے پہلے محمد حسین بٹالوی نے اپنے ایک رسالہ میں براہین احمدیہ لکھنے کے بعد

حضرت صاحب کی اِس قدر تعریفیں لکھی ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ یہ شخص ایسا ولی اللہ ہے کہ اس نے جو خدمات دین کی کی ہیں تیرہ سَو سال میں کسی نے نہیں کیں۔ [۱۸] حالانکہ دیکھو اس تیرہ سَو سال میں بڑے بڑے صلحاء، فضلاء، اولیاء لوگ گزرے ہیں اس کی نظر میں ان سب سے بڑھ کر حضرت صاحب تھے لیکن دعویٰ کے بعد اس نے جو مخالفت کی ہے اس میں بھی سب سے بڑھ کر رہا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ دعویٰ سے پہلی زندگی دیکھتے ہیں بعد میں تو رسول کریم ﷺ کو بھی دشمنوں نے بہت بُرا بھلا کہا لیکن بعد کی باتیں دشمنی کی ہوتی ہیں گواہی تو دشمنی سے پہلے کی ہوتی ہے۔ یہ تینوں باتیں ہیں جن میں قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے۔

ایک لطیفہ ہے میاں نظام الدین صاحب ایک سادہ لوح، نیک اور متقی آدمی تھے۔ جن لوگوں نے ان کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں۔ مَیں چھوٹا بچہ تھا اُن کو چائے کی بہت عادت تھی وہ کیا کرتے کہ چائے کی خشک پتی منہ میں رکھ لیتے اور پھر جب پانی ملتا تو گرم پانی اوپر سے پی لیتے۔ وہ محمد حسین بٹالوی کے دوست تھے اور حضرت صاحب کے بھی۔ محمد حسین نے ان سے کہا کہ حضرت صاحب نے تو ایسا دعویٰ کیا ہے تو ان کو یقین نہ آیا اور کہنے لگے کہ مرزا صاحب تو بہت نیک آدمی ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ حضرت صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں؟ حضرت صاحب نے فرمایا کہ قرآن میں اِس طرح ہے۔ وہ کہنے لگے کہ قرآن میں تو لکھا ہے وہ زندہ ہیں حضرت صاحب نے کہا قرآن ہمارا حاکم ہے اگر آپ قرآن سے ایک آیت بھی لے آئیں تو ہم مان لیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ نظام الدین کہنے لگے کہ مَیں پچاس آیتیں ایسی لے آؤں تو پھر تو آپ مان لیں گے؟ حضرت صاحب نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایک آیت بھی لے آؤ گے تو میں مان لوں گا۔ کہنے لگا کہ میں جاتا ہوں اور بیس آیتیں محمد حسین سے لکھوا لاتا ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ ایک ہی لے آئیں تو ہم مان لیں گے وہ کہنے لگا کہ اچھا میں آج ہی لاہور جاتا ہوں اور دس ہی لکھوا لاتا ہوں۔ وہ لاہور گئے۔ اُن دنوں میں حضرت خلیفہ اوّل بھی لاہور کسی کام کو آئے ہوتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ مولوی محمد حسین اور حضرت خلیفہ اوّل کا مباحثہ ہو جائے۔ مولوی محمد حسین کہتا تھا کہ مباحثہ حدیث سے ہو اور حضرت خلیفہ اوّل کہتے تھے کہ قرآن سے ہو۔ اتنے میں نظام الدین صاحب بھی لاہور پہنچے تو مولوی محمد حسین چینیاں کی مسجد میں بیٹھے تھے میاں نظام الدین جاتے ہی کہنے لگے مولوی صاحب! چھوڑو اس اشتہار بازی

میں کیا رکھا ہے میں حضرت صاحب سے آسان فیصلہ کرآیا ہوں کہ آپ قرآن سے دس آیتیں حیاتِ مسیح کی تائید میں لکھ دیں اور حضرت صاحب تو کہتے تھے کہ ایک ہی لے آؤ مگر آپ دس لکھ دیں۔ مولوی صاحب سخت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تو دو مہینے کی سخت تکلیف اور بحث کے بعد نورالدین کو حدیث کی طرف لا رہا تھا اور تم پھر قرآن کی طرف لے جا رہے ہو۔ میاں نظام الدین ایک منصف مزاج آدمی تھے کہنے لگے کہ اچھا جدھر قرآن اُدھر ہم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم سچے راستے پر ہیں اور قرآن وحدیث وصلحائے امت ہمارے ساتھ ہیں۔

ایسے ہی طریق ہیں سیدھا راستہ چلنے کیلئے جن پر تحریکِ جدید جاری کی گئی ہے۔ اگر مرد وعورت اس کو اچھی طرح سمجھ لیں تو بس خدا کی نصرت ہمارے ساتھ ہوگی۔ راستہ درست ہے اور اگر ترقی نہیں ہو رہی تو یہ ہماری کمزوری ہے۔ مثلاً تلوار تو ہے لیکن تلوار چلانی نہیں آتی۔ قصہ ہے کہ ایک بادشاہ کا ایک اردلی تھا جو تلوار کے ایک وار میں گھوڑے کے چاروں پَیر کاٹ دیا کرتا تھا بادشاہ کے لڑکے نے دیکھا کہ یہ تلوار ایک وار میں گھوڑے کے چاروں پَیر کاٹ دیتی ہے پس یہ تلوار بہت اچھی ہے۔ اس نے اردلی سے کہا کہ یہ تلوار مجھے دیدو۔ اس نے تلوار نہ دی۔ وہ روتا ہوا بادشاہ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اردلی سے تلوار مانگی تھی لیکن اُس نے نہ دی۔ بادشاہ نے اردلی کو بلا کر کہا کہ تم کیسے نمک حرام نوکر ہو کہ ہمارا لڑکا تم سے تلوار مانگتا ہے اور تم نہیں دیتے۔ سپاہی نے لڑکے کو تلوار دیدی لڑکے نے گھوڑے کے پاؤں کاٹنے چاہے مگر وہ نہ کٹے وہ روتا ہوا پھر باپ کے پاس گیا بادشاہ نے پھر سپاہی کو بلایا کہ تم نے ہمارے لڑکے کو وہ تلوار نہیں دی۔ سپاہی نے کہا حضور! بات یہ ہے کہ تلوار تو وہی ہے لیکن ان کو چلانا نہیں آتی۔ تو بات یہ ہے کہ چلانے والا تو سپاہی تھا تلوار کی اِس میں کیا خوبی ہے۔ پس اسی طرح دیکھو کہ قرآن ایک تلوار ہے۔ یہی قرآن مولویوں کے ہاتھ میں مُردہ تھا۔ یہی قرآن ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں قرآن کی تلوار چلانا سکھائی ہے اب اس تلوار کے ہوتے ہوئے فائدہ نہ اُٹھاؤ تو تمہارا اپنا قصور ہے۔ تمہیں اپنے نفسوں پر غور کرنا چاہئے کہ احمدی ہو کر تم نے کیا فائدہ اُٹھایا۔ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے کوئی نتیجہ نہ نکلے تو کس قدر افسوس کی بات ہے۔ ایک جلسہ ہی کو دیکھو اکثر ہمارے گاؤں کی عورتیں کہتی ہیں ہم جلسہ کھانے چلی ہیں۔ کیا یہی غرض ہے اور اس سردی کے موسم میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھا کر یہاں آتی ہو؟ اُن ریلوں میں سفر کرتی ہو جن میں دم گُھٹتا ہے، یہاں آکر کھوری پر سوتی ہو، پتلی دال کھاتی ہو

یہ سب تکلیفیں اُٹھاتی ہو۔ اگر یہ تین دن تین سَو ساٹھ دن کیلئے بیج بن کر غلّہ کا کام نہیں دیتے تو بہت افسوس کا مقام ہے۔ اور اگر واقعی تم اِن تین دنوں میں معرفت کا بیج لیکر تین سَو ساٹھ دن میں بوتی ہو تو خدا کی نصرت اور مدد تم کو مل گئی۔ جب خدا کی نصرت اور مدد مل گئی تو سب کچھ مل گیا۔ تو پھر جو تکلیفیں تم اُٹھا کر آتی ہو تکلیفیں نہیں بلکہ آرام ہیں، دال نہیں کھاتی ہو بلکہ سونا کھاتی ہو، تم کسیر پر نہیں سوتیں بلکہ گدیلوں پر سوتی ہو، تم اعلیٰ ریلوں پر سفر کرتی ہو لیکن یہ سب اسی حالت میں ہوسکتا ہے جب کچھ فائدہ اُٹھاؤ۔ دیکھو ایک ہی چیز ہوتی ہے ایک اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور ایک نقصان۔ مثلاً ایک سالن ہوتا ہے ایک کھا کر اُس سے طاقت حاصل کرتا ہے اور دوسرا اُسی سالن کو کھا کر پیٹ پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ دیکھو وہی انگور اور امرود جو دل اور دماغ کو راحت دیتے ہیں ایک کے اندر خون بن جاتے ہیں اور دوسرے کے اندر ہیضہ کے جراثیم۔ دیکھو ایک گھاس ہے بکری کھاتی ہے دودھ دیتی ہے وہی گھاس بکرا کھاتا ہے، بھینسا کھاتا ہے، بَیل کھاتا ہے، وہی گھاس پیشاب اور گوبر بن کر خارج ہو جاتی ہے۔ بیشک قرآن اعلیٰ ہے مگر جیسی تمہارے اندر مشین ہوگی ویسا ہی تمہارے اندر کام کرے گی۔ دیکھو جیسا بکری اور بکرا ایک ہی گھاس کھاتے ہیں ایک کے اندر دودھ کی مشین ہے وہی گھاس دودھ بن جاتا ہے دوسرے کے اندر صرف پاخانہ کی مشین ہے وہ پاخانہ بن کر خارج ہو جاتا ہے۔ پس اگر تمہارے دل کے اندر نیکی اور تقویٰ ہے تو تمہارے اندر روحانی دودھ بن جائے گا اور جس سے تم دنیا کی مائیں بن جاؤ گی۔ اور اگر تم میں نیکی اور تقویٰ نہیں تو یہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم پاخانہ بن کر نکل جائے گی جس سے تم بھی بھاگو گی اور لوگ بھی۔ پس اپنے اندر خدا کی محبت پیدا کرو۔ تم میں کتنی ہیں جن کو خدا سے محبت، بچوں اور خاوندوں کی محبت سے زیادہ ہے؟ ایمان سے بتاؤ اگر تمہارے بچے قربانی کیلئے بلائے جائیں تو تم خوشی سے پیش کرو گی؟ دیکھو خنساءؓ ایک عورت تھیں وہ بہت مالدار تھیں۔ اُن کے خاوند نے اُن کی تمام دولت جُوئے میں برباد کر دی اور وہ بار بار اپنے بھائیوں سے بہت دولت لائیں اور اُن کے خاوند نے برباد کر دی اور خاوند جوانی میں مر گیا۔ اُن کے چار لڑکے تھے اُن کو پالا، بڑھاپے میں اسلام لائیں، ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک لڑائی ہوئی سب سپاہی قسم کھا کر گئے کہ فتح لے کر آئیں گے یا وہیں مر کر ڈھیر ہو جائیں گے، خنساءؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کو بُلا کر کہا اور اُن کو اپنے احسان یاد دلائے کہ دیکھو مَیں جوانی میں بیوہ ہوئی تمہارا باپ جواری تھا اور میری تمام دولت لُٹا چکا تھا اور میں نے محنت کر کے تمہیں پالا تھا آج

میں تم سے یہ کہتی ہوں کہ تم جنگ میں جاؤ یا تو فتح کر کے آنا یا اپنی جانیں وہیں دے دینا دشمن کو ناکامی کی پیٹھ نہ دکھانا۔ بیٹوں کو رخصت کر کے خدا کا فرض ادا کیا۔ پھر جنگل میں جا کر خدا کے حضور نہایت گریہ وزاری سے دعا کی اور ماں کی ممتا کا حق ادا کیا۔ خدا تعالیٰ نے شام کو فتح دیدی۔[19]

اِس وقت بھی محمد شریف ایک لڑکا گجرات کا رہنے والا ہے۔ جہاں وہ رہتا ہے وہاں لڑائی ہے انگریزوں کے قونصل (COUNCIL) نے اُسے بُلا کر کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تا کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اُس نے جانے سے انکار کیا۔ قونصل نے کہا ہم تمہیں سرکاری خرچ پر پہنچا دیں گے لیکن اس نے کہا میں یہاں مرنے ہی کو آیا ہوں آخر اس کو وہاں سے زبردستی باہر بھجوایا گیا۔ پس اگر تمہارے ہمسایہ کے بچے ایسا کرتے ہیں تو تم اسی سے خوش مت ہو جاؤ بلکہ کوشش کرو کہ تمہارا اپنا بچہ بھی ایسا کرے۔

دیکھو میں نے چھوٹی چھوٹی تحریکیں کی ہوئی ہیں۔ مثلاً ایک کھانا کھاؤ، سادہ زندگی بسر کرو، مگر ابھی بہت سے مرد، عورتیں اور لڑکیاں ہیں جو اِس تحریک پر عمل نہیں کر رہیں۔ غریب لوگ تو پہلے ہی ایک کھانا کھاتے ہیں پس غریبوں کیلئے تو یہ مُفت کا ثواب ہے۔ میں نے تحریک کی تھی کہ گوٹہ کناری مت لگاؤ مگر جو پہلے کسی کے پاس ہوں اُن کو سوائے شادی بیاہ کے مت پہنو۔ بعض غریب عورتیں سوال کرتی ہیں کہ جُھوٹا گوٹہ اور ٹھپّہ لگا لیں؟ دیکھو سچّے گوٹے لگانے والیاں تو پھر بھی کچھ مال دار ہوتی ہیں مگر جھوٹا لگانے والی تو اِس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ وہ غریب ہے پھر بھی فضولی سے باز نہیں آئی۔ دیکھو ایک ایک پیسہ کی قدر کرنی چاہئے۔ پیسوں سے روپے بنتے ہیں۔ پس پیسوں کی قدر کرو اُنہی پیسوں کا گھی بچوں کو کھلاؤ تو صحت اچھی ہوگی۔ جُھوٹے گوٹے کِناری سے کیا فائدہ؟ جُھوٹا زیور بھی مت خریدو پہلے جو گزرا سو گزرا اَب تم پیشتر اِس کے کہ نئے قانون بنائے جائیں پہلے پر عمل کرو۔ خواہ مخواہ پھیری والوں سے کوئی سَودا نہ خریدو۔ پھیری والوں سے جو چیز لی جاتی ہے غیر ضروری ہوتی ہے۔ دیکھو! اگر تم کو ضرورت ہوتی تو تم اپنے خاوند کو بازار بھیجتیں اور وہ چیز منگواتیں لیکن پھیری والے کا کپڑا دیکھ کر پسند کرنا ہی بتاتا ہے کہ اصل ضرورت نہ تھی دیکھ کر پسند آ گیا۔ پس یاد رکھو کوئی چیز بغیر ضرورت نہ خریدو اور سادہ زندگی بسر کرو۔ میں امید کرتا ہوں خدا کی آواز آنے سے پیشتر اپنے آپ کو تیار کر لو گی۔ شرعی حُکم کے ماتحت روزے رکھو۔ سوچو! تم میں کتنی ایسی ہیں جن کے ذمّے روزے تھے اور دوسرے روزے آنے سے پہلے اِن روزوں کو پورا کیا؟ پس دوسرے روزے آنے سے پہلے اپنے پہلے

روزے پورے کرو۔ سادہ زندگیاں بناؤ تا تمہارے لڑکے اور لڑکیاں تمہارے نیک نمونے حاصل کریں اور خدا تعالیٰ بھی تم پر رحم کرے اور ایسے ماں باپ جنہوں نے ایسے بچے پیدا کئے وہ ان کیلئے دعا کریں گے اور قوم کیلئے بھی رحمت بنیں گے۔ پس تم اپنے اندر احمدیت کی ایسی روح پیدا کرو اور ایسے بیج لے کر جاؤ کہ تمہارے دلوں میں نور اور عرفان پیدا ہو اور ایسا بیج ہو کہ تمہارے اندر ایسا پھل لائے جو تم سال بھر کھاؤ اور تمہارے بچوں اور خاوندوں اور تمہارے بہن بھائیوں اور ہمسائیوں کی زندگیاں سنور جائیں۔

(الازھار لذوات الخمار صفحہ ۲۹۵ تا ۳۰۹ مطبوعہ باردوم)

---

۱ النصر : ۲ تا آخر

۲ بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سدّوا الابواب الا باب ابی بکر۔

۳ اٰل عمران : ۱۴۵

۴ بخاری کتاب فضائل اصحاب النّبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا، السیرۃ الحلبیۃ الجزء الثالث صفحہ ۳۸۸ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۵ شرح دیوان حسان بن ثابت صفحہ ۱۶۵۔ مطبع رحمانیہ مصر ۱۹۲۹ء

۶ المائدۃ : ۱۱۷، ۱۱۸

۷ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ

۸ بنی اسرائیل : ۷۹ ۹ الفاتحۃ : ۶، ۷

۱۰ بخاری کتاب الاذان باب وجوب القراءۃ لِلْاِمامِ (الخ)

۱۱ النساء : ۶۷ تا ۷۰ ۱۲ یونس : ۱۷

۱۳ سیرت ابن ھشام الجزء الاوّل صفحہ ۱۷۲۔ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۱۴ السیرۃ الحلبیۃ الجزء الاوّل صفحہ ۱۳۸۔ مطبع ازھریۃ مصر ۱۹۳۲ء

۱۵ سیرت ابن ھشام الجزء الاوّل صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۱۶ اسد الغابۃ الجزء الثانی صفحہ ۲۲۵ مطبوعہ ۱۲۸۵ھ

۱۷ السیرۃ الحلبیۃ الجزء الاول صفحہ ۳۰۸۔۳۰۹ مطبع ازھریۃ مصر ۱۹۳۲ء

۱۸ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶ صفحہ ۱۴۹۔ اگست ۱۸۸۴ء

۱۹ اسد الغابۃ الجزء الخامس صفحہ ۴۴۳۔ مطبوعہ طہران ۱۳۷۷ھ